

سپریم کورٹ ریوٹس۔[2003]۔ ایس۔یو۔پی۔پی۔2۔ایس۔سی۔آر

رامابائی پدمکر پاٹل (D) بذریعے قانونی نمائندوں اور دیگران

بنام

رکمنی بائی وشنو ویکھنڈے اور دیگران

14 اگست 2003

[وائی۔ کے۔ ساہاروال اور جی۔ پی۔ ماتھور، جسٹسز]

ہندو جانشینی ایکٹ، 1957؛ دفعات 63 اور 68:

بیوہ/ ماں کی طرف سے اپنی بیوہ بیٹی کے حق میں جائیداد کا وصیتی انتقال، دوسرے وارثوں کو چھوڑ کر۔ بیٹی کی طرف سے دائر استقراریہ دعویٰ۔ عدالت نے اس مقدمے کو ڈگری کر دیا دیا۔ پہلی ایپلٹ عدالت کی طرف سے الٹ دیا گیا۔ عدالت عالیہ کی طرف سے تصدیق کی گئی۔ اپیل پر، بیوہ بیٹی زندہ تھی اور کافی طویل عرصے سے وصیت کرنے والے کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ اس کے حق میں وصیت کا نفاذ ماں کا سب سے فطری اور ممکنہ طرز عمل تھا۔ چونکہ جانشینی کے طریقے کو تبدیل کرنے کے لیے وصیت پر عمل درآمد کیا جاتا ہے، لہذا وصیت کرنے والے کی طرف سے وارثوں کے حصے کو کم/محروم کرنے کی بنیاد نہیں بنائی جاسکتی۔ وصیت کی صداقت پر شکوک و شبہات کا اظہار۔ تصدیق کرنے والے گواہوں میں سے کسی ایک کا محض معائنہ وصیت کی صداقت کو ثابت کرے گا۔ چونکہ گواہوں کی گواہی میں کوئی کمزوری نہیں پائی گئی تھی، لہذا ٹرائل کورٹ نے وصیت کو حقیقی قرار دیا۔ تاہم، چونکہ قانون نافذ ہونے کے بعد وصیت کرنے والے کے شوہر کی موت ہو گئی تھی، لہذا وہ جائیداد میں آٹھویں حصے کا ایک حصہ حاصل کرنے کی حقدار تھی۔ لہذا ایپل کنندہ، جائیداد میں اپنے حصے کے علاوہ، اپنی ماں کا آٹھویں حصہ بھی حاصل کرے گا۔

اپیل کنندہ کی ماں کو اپنے شوہر کی موت کے بعد متنازعہ جائیداد وراثت میں ملی۔ اس نے ایک رجسٹرڈ وصیت پر عمل کیا اور پوری جائیداد اپنی بیوہ بیٹی کو دے دی، جو کافی عرصے سے اس کے ساتھ رہ رہی تھی۔ دوسرے

وارثوں/بیٹیوں نے دعویٰ کی جائیداد متدعویہ پر قبضہ کرنے میں مداخلت کرنا شروع کر دی۔ اپیل کنندہ نے استقراریہ دعویٰ دائر کیا۔ ٹرائل کورٹ نے دعویٰ فیصلہ سنایا۔ ناراض، دوسرے وارثوں نے ایک اپیل دائر کی جس کی اجازت پہلی ایپلٹ عدالت نے دی اور دوسری اپیل میں جس کی تصدیق عدالت عالیہ نے کی۔ لہذا موجودہ اپیل۔

اپیل کنندہ نے دعویٰ کیا کہ 6.6.1956 پر اس کے والد کی موت کے بعد، اس کی ماں اسٹیٹ پراپرٹی کی خصوصی مالک بن گئی؛ کہ پہلی ایپلٹ عدالت اور بعد میں عدالت عالیہ نے صرف اس بنیاد پر وصیت کو مسترد کرنے میں غلطی کی کہ پوری جائیداد اس کی ماں/وصیت کنندہ نے دوسری بیٹیوں/وارثوں کو چھوڑ کر اسے دی تھی؛ کہ وصیت پر عمل درآمد میں اس کی ماں کا طرز عمل اس کے حق میں پوری جائیداد کو وراثت میں دینا سب سے زیادہ ممکنہ اور فطری تھا؛ اور یہ کہ وصیت پر عمل درآمد کے وقت وصیت کنندہ مناسب اور فٹ ذہنی حالت میں تھا۔

جواب دہندگان کی جانب سے یہ پیش کیا گیا کہ اپیل کنندہ کی ماں اپنے شوہر کی موت کے بعد جائیداد کی خصوصی مالک نہیں بنی تھی کیونکہ جانشینی ہندو جانشینی ایکٹ کے تحت ہوگی اور اس طرح اپیل کنندہ پوری جائیداد کا مالک نہیں بن سکتا۔

جزوی طور پر اپیل کی اجازت دیتے ہوئے عدالت نے۔

منعقد: 1.1 والدین کے لیے بڑے بیٹے کی موت یا چھوٹی بیٹی کے بیوہ ہونے سے زائد حیران کن کچھ نہیں ہے۔ والدین کے لیے یہ فطری بات ہے کہ وہ اپنی بیوہ بیٹی کے لیے سب سے زیادہ ہمدردی رکھتے ہیں۔ جواب دہندگان نے یہ ظاہر کرنے کے لیے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا کہ بیوہ بیٹی اپنے مرحوم شوہر کے کنبہ سے اپنے معاش کے لیے کچھ حاصل کر رہی تھی۔ اس طرح وہ مکمل طور پر اپنے والدین پر منحصر تھی۔ اس کے والد کا انتقال 6.6.1956 پر ہوا حالانکہ جواب دہندگان کے مطابق وہ 1957 میں کسی وقت انتقال کر گئے تھے۔ کم از کم 1957 سے لے کر گواہ کی موت تک، اپیل کنندہ اس کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ جواب دہندگان، دیگر بیٹیاں/وارث اپنے شوہروں کے ساتھ مختلف مقامات پر رہ رہے تھے۔ ایسے حالات میں، ماں کی طرف سے اپنی بیوہ بیٹی، اپیل کنندہ، جو 20 سال سے زیادہ عرصے سے اس کے ساتھ رہ رہی تھی اور اس کی دیکھ بھال کر رہی تھی، کے حق میں وصیت پر عمل درآمد انتہائی فطری اور ممکنہ معلوم ہوتا ہے۔ [A-590؛ H، G، F-589]

1.2۔ یہ حقیقت کہ وزیٹر نے دیگر تمام بیٹیوں کو خارج کر دیا اور پوری جائیداد اپیل کنندہ کو دے دی، مقدمے کے حقائق اور حالات میں وصیت کی صداقت کے بارے میں کوئی شک کرنے کی بنیاد نہیں ہو سکتی۔ یہ کسی ایسے بیٹے کو خارج کرنے کا معاملہ نہیں ہے جو والدین کے ساتھ رہ رہا ہو یا ان کی دیکھ بھال کر رہا ہو۔ یہ ایک ایسی بیوہ بیٹی کے لیے انتظام کرنے کا توضیح ہے جو بہت کم عمر میں اپنے شوہر کی موت کی وجہ سے بے سہارا رہ گئی تھی۔ اگر والدین کی جائیداد کو تمام سات بہنوں میں یکساں طور پر تقسیم کیا جاتا تو اپیل کنندہ کو وراثت میں ملنے والا حصہ کافی چھوٹا ہوتا جس کی وجہ سے اس کے لیے زندہ رہنا مشکل ہو جاتا۔ [D،C،B-590]

1.3۔ وصیت جانشینی کے طریقے کو تبدیل کرنے کے لیے عمل میں لائی جاتی ہے اور چیزوں کی نوعیت کے مطابق اس کے نتیجے میں قدرتی وارث کے حصے کو کم یا محروم کرنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی جائیداد اپنے فطری وارثوں کو منتقل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو وصیت پر عمل درآمد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ وصیت کے پیش کار کو تمام مشکوک حالات کو دور کرنا پڑتا ہے۔ مشکوک و شبہات کا مطلب ہے شک، قیاس آرائی یا عدم اعتماد۔ لیکن یہ حقائق کہ قدرتی وارثوں کو یا تو خارج کر دیا گیا ہے یا انہیں کم حصہ دیا گیا ہے، بغیر کسی زائد چیز کے، ایک مشکوک حالات کے طور پر نہیں مانا جاسکتا، خاص طور پر ایسے معاملے میں جہاں وصیت غیر بہار کے حق میں کی گئی ہو۔ [590-ای، ایف]

ششی کمار بنرجی اور دیگران بنام سبودھ کمار بنرجی اور دیگران (1964) ایس سی 529، اس کے بعد آئے۔

پی پی کے گوپالان نمبیار بنام پی پی کے بال کرشنن نمبیار اور دیگران (1995) ایس سی 1852؛ پشپاوتی اور دیگران بنام چندر جاکد مہا اور دیگران اے آئی آر (1972) ایس سی 2492 اور رابندر ناتھ کھر جی اور ایک اور بنام پنچن بنرجی (مردہ) قانونی نمائندوں اور دیگران [1995] 4 ایس سی 459 نے انحصار کیا۔

ایچ وینکٹا چلا آئیگر بنام بی این تھاجا ماما اور دیگران (1959) ایس سی 443 اور رانی پور نیما دیبی اور ایک اور بنام کمار کھلیکندرنارائن دیب اور ایک اور اے آئی آر (1962) ایس سی 567 کا حوالہ دیا گیا۔

1.4۔ گواہ کی گواہی میں کسی قسم کی کمزوری نہیں پائی گئی تھی۔ ٹائپسٹ نے محض وصیت ٹائپ کی اور وہ گواہ کی

تصدیق نہیں کر رہی تھی اور نہ ہی اپیل کنندہ نے اس کی موجودگی میں وصیت پر اپنے انگوٹھے کا نشان لگایا تھا، اس لیے گواہ کے طور پر اس کا معائنہ مکمل طور پر بے کار تھا۔ وصیت کی تیاری یا اندراج کے وقت موجود وکیل کی محض غیر جانچ پڑتال، بذات خود، اسے مسترد کرنے کی بنیاد نہیں ہو سکتی۔ یہ حقیقت کہ گواہ کو سننے میں دشواری تھی یا وہ چلنے سے قاصر تھی، اس نتیجے پر نہیں پہنچتی کہ اس کی ذہنی صلاحیتیں خراب ہو گئی تھیں یا وہ اس دستاویز کے مندرجات کو نہیں سمجھتی تھی جسے وہ انجام دے رہی تھی۔ یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ صبح ذاتی طور پر سب رجسٹرار کے دفتر آیا اور اس کی موت کافی عرصے کے بعد ہوئی۔ جواب دہندگان کی طرف سے ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وصیت پر عمل درآمد کے وقت وہ کسی ایسی بیماری میں مبتلا تھی جس نے اس کی ذہنی صلاحیتوں کو اس حد تک خراب کر دیا تھا کہ وہ اس دستاویز کی اصل نوعیت کو سمجھنے سے قاصر تھی جس پر وہ عمل کر رہی تھی۔ اس طرح، ضلعی جج کی طرف سے درج کردہ نتیجہ، جس کی دوسری اپیل میں عدالت عالیہ نے توثیق کی ہے، وصیت کے ثبوت اور قبولیت کو کنٹرول کرنے والے قانونی اصولوں کے درست اطلاق پر مبنی نہیں ہے اور یہ مکمل طور پر مسخ شدہ ہے۔ لہذا ٹرائل کورٹ کی طرف سے درج کردہ نتیجہ کہ وصیت حقیقی ہے، بحال کیا جاتا ہے۔ [A-592؛ H-E-591]

2- ضلعی جج کی طرف سے درج کیا گیا نتیجہ کہ گواہ کے شوہر کی موت ہندو جانشینی قانون کے نفاذ کے کچھ عرصے بعد ہوئی، شواہد کی درست اور مناسب تشخیص پر مبنی ہے اور اس میں کوئی رعایت نہیں لی جاسکتی۔ صبح کے پاس اس کے شوہر کی چھوڑی ہوئی جائیداد کا صرف 1/8 واں حصہ ہوگا جو صرف اس کے اپنے حصے کے علاوہ اس کے حق میں عمل میں لائی گئی وصیت کی بنیاد پر اپیل گزار کے پاس جائے گا۔ ٹرائل کورٹ کے ذریعے منظور کردہ ڈگری میں اسی کے مطابق ترمیم کی جاتی ہے۔ [F، E، D-592]

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 15697 آف 1996۔

1994 کے ایس اے نمبر 147 میں بمبئی عدالت عالیہ کے مورخہ 27.4.1995 کے فیصلے اور حکم سے۔

اپیل گزاروں کے لیے وی اے موٹھا، ڈاکٹر میرا گروال اور آر سی مشرا۔

جواب دہندگان کے لیے اے ایس بھسے۔

عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا۔

جی پی ماتھور، جسٹس 1۔ خصوصی اجازت کے ذریعے اس اپیل کو مدعی نے بمبئی عدالت عالیہ کے 27.4.1995 کے فیصلے اور ڈگری خلاف ترجیح دی ہے جس کے ذریعے اس کی طرف سے پیش کی گئی دوسری اپیل کو مسترد کر دیا گیا تھا اور ضلع جج، تھانے کے ذریعے منظور کردہ 7.4.1993 کے فیصلے اور فرمان کی توثیق کی گئی تھی۔

2۔ اپیل کنندہ محترمہ۔ رامابائی نے اس حق استقرا لیے دعویٰ دائر کیا کہ وہ 5.4.1976 کی وصیت کے مطابق جائیداد متدعوئیہ کی مالک اور قابض بن گئی ہیں اور جواب دہندگان اور ان کے ایجنٹوں وغیرہ کو مذکورہ جائیداد پر اس کے پرامن قبضے میں مداخلت کرنے سے روکنے کے حکم امتناعی نامے کے لیے۔ مدعا علیہ نمبر 1 سے 5 مدعی کی حقیقی بہنیں ہیں اور مدعا علیہ نمبر 6 سے 8 مدعی کی متوفی بہن کے بچے ہیں، یعنی محترمہ۔ گجروبائی۔ دعویٰ اس بنیاد پر دائر کیا گیا تھا کہ متنازعہ جائیداد، جو ایک مکان اور زرعی آراضی ہے، مادھو کی تھی جو مدعی اور مدعا علیہ نمبر 1 سے 5 کے والد تھے اور ان کی موت کے بعد، یہ ان کی والدہ محترمہ یمنابائی کو وراثت میں ملی تھی اور وہ اس کی مالک بن گئیں۔ محترمہ یمنابائی نے ایک رجسٹرڈ وصیت پر عمل درآمد کیا جس کے ذریعے انہوں نے پوری جائیداد مدعی کو وراثت میں دے دی۔ محترمہ یمنابائی کی موت 11.1.1980 پر ہوئی اور اس کے بعد مدعی نے متنازعہ جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ تاہم، جواب دہندہ نے مادھو کے تمام وارثوں کے نام متنازعہ جائیداد پر تبدیل کر دیے اور اس کے بعد مدعی کے قبضے میں مداخلت کرنا شروع کر دی۔ اس کے مطابق دعویٰ حق استقرا اور حکم امتناعی امتناع کا دعویٰ کرتے ہوئے دائر کیا گیا تھا۔ دعویٰ علیہ نمبر 1 سے 5 نے اس مقدمے کو اس بنیاد پر چیلنج کیا کہ متنازعہ جائیداد مادھو کے ہاتھ میں آبائی ملکیت تھی اور ان کی موت کے بعد محترمہ یمنابائی اس کی خصوصی مالک نہیں بنیں: کہ کرایہ داری کے حقوق مادھو کے تمام وارثوں کو جانشینی کے طور پر وراثت میں ملے تھے کہ یہ مکان مادھو کے والد نے بنایا تھا اور اس کی نوعیت آبائی ہونے کی وجہ سے یہ تمام وارثوں کو وراثت میں ملا تھا؛ کہ مادھو کا سال 1957 میں انتقال ہوا اور اس کی جانشینی ہندو جانشینی عمل درآمد کے تحت ہوگی اور یہ کہ محترمہ یمنابائی نے 5.4.1976 پر مدعی کے حق میں کوئی وصیت نہیں کی تھی اور یہ مدعا علیہم پر پابند نہیں تھا۔ یہ خاص طور پر استدعا کی گئی تھی کہ مدعی کا حصہ صرف 1/7 تھا اور اس کے نتیجے میں مدعا علیہم کے خلاف حکم امتناعی امتناع منظور نہیں کیا جاسکتا۔

3۔ فریقین نے اپنے مقدمے کی حمایت میں زبانی اور دستاویزی شہادت پیش کیے۔ پالگھر کے فاضل دیوانی جج (جونیر دیوان) نے 4.2.1988 پر یہ اعلان کرتے ہوئے مقدمے کا فیصلہ سنایا کہ مدعی 5.4.1976

کی دعویٰ کی بنیاد پر متنازعہ جائیداد کا خصوصی مالک بن گیا ہے۔ انہوں نے جواب دہندگان کو متنازعہ جائیداد پر مدعی کے قبضے میں کسی بھی طرح کی مداخلت کرنے سے روکنے کے حکم امتناعی نامے کے لیے مزید حکم امتناعی نامہ منظور کیا۔ مذکورہ فیصلے اور حکم نامے سے ناراض محسوس کرتے ہوئے مدعا علیہ نمبر 1 سے 5 نے ڈسٹرکٹ جج، تھانے کے سامنے اپیل کو ترجیح دی، جس نے 7.4.1993 کے فیصلے اور ڈگری ذریعے اس کی اجازت دی اور دعویٰ خارج کر دیا۔ مدعی نے دوسری اپیل کو ترجیح دی جسے عدالت عالیہ نے 27.4.1995 پر خارج کر دیا اور فاضل ڈسٹرکٹ جج کی طرف سے دعویٰ مسترد کرنے کے ڈگری نامے کی توثیق کی گئی۔

4۔ اپیل کنندہ کے فاضل وکیل شری وی اے موٹھا نے پیش کیا ہے کہ مادھو کی موت کے بعد جو 6.6.1956 ہوئی، ان کی بیوہ محترمہ یمنابائی پوری جائیداد کی خصوصی مالک بن گئی تھیں۔ مدعی اپیل کنندہ اپنے والدین کی زندگی میں بیوہ بن گئی تھی اور اس وقت اس کے ساتھ رہ رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ محترمہ۔ یمنابائی نے مدعی کے حق میں ایک وصیت پر عمل درآمد کیا تھا اور اسے درج کرایا گیا تھا۔ فاضل وکیل نے مزید کہا ہے کہ معروف ضلعی جج اور عدالت عالیہ نے بھی صرف اس بنیاد پر وصیت کو رد کرنے میں مکمل طور پر غلط نظریہ اختیار کیا ہے کہ محترمہ یمنابائی نے اپنی دوسری بیٹیوں کو خارج کر دیا تھا اور پوری جائیداد مدعی کو دے دی تھی۔ اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ معاملے کے حقائق اور حالات میں، محترمہ یمنابائی کا طرز عمل انتہائی فطری تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وصیت کی صداقت کے بارے میں صرف اس بنیاد پر اٹھایا جاسکتا ہے کہ باقی بیٹیوں کے لیے کوئی تو ضلع نہیں کیا گیا تھا۔ اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ وصیت پر عمل درآمد کیا گیا اور اسے 5.4.1976 پر درج کیا گیا جب کہ محترمہ یمنابائی کافی عرصے کے بعد 11.1.1980 پر فوت ہو گئیں، جس سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ اسی پر عمل اس وقت کیا گیا جب وہ مناسب اور فٹ ذہنی حالت میں تھیں اور یہ کسی بھی ناجائز دباو سے حاصل نہیں کیا گیا تھا۔ دوسری طرف جواب دہندگان کے وکیل شری اے ایس بھسمے نے کہا کہ ماں کو اپنے تمام بچوں کے لیے یکساں محبت اور پیار تھا اور ریکارڈ پر ایسا کوئی مواد موجود نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ محترمہ بھسمے نے اپنے تمام بچوں کے لیے مساوی محبت اور پیار کا اظہار کیا ہے۔ یمنابائی کسی بھی طرح سے اپنی دوسری بیٹیوں سے ناخوش یا ناخوش تھیں اور اس طرح وہ ان کی مکمل وراثت سے محروم نہیں ہوتیں اور اس خصوصیت نے ان کے ذریعے ول کی مبینہ پھانسی کو انتہائی مشکوک اور غیر فطری قرار دیا۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ فاضل ضلعی جج اور عدالت عالیہ نے وصیت کو مسترد کرنے کی اچھی وجوہات بتائی ہیں اور ان کے ذریعے درج کیے گئے نتائج کو شواہد کی مناسب تشخیص پر مبنی ہونے کی وجہ سے اس میں مداخلت نہیں کی جانی چاہیے۔ عدالت کے فاضل وکیل نے یہ بھی زور دیا ہے کہ محترمہ یمنابائی مادھو کی موت کے بعد جائیداد کی خصوصی مالک نہیں بنی تھیں کیونکہ جانشینی ہندو جانشینی ایکٹ کے تحت ہوگی اور اس کے نتیجے میں اگر وصیت کو قبول بھی کر لیا

جائے تو مدعی پوری جائیداد کا مالک نہیں بنے گا۔

5۔ اس سے پہلے کہ ہم فریقین کے لیے فاضل وکیل کی طرف سے کی گئی عرضیوں کی تشہیر کریں، وصیت کی قبولیت اور ثبوت کے حوالے سے قانونی حیثیت کو مختصر طور پر نوٹ کرنا مفید ہوگا۔ بھارتیہ جانشینی قانون کی دفعہ 63 غیر مراعات یافتہ وصیتوں پر عمل درآمد سے متعلق ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ وصیت کرنے والا وصیت پر دستخط کرے گا یا اپنا نشان لگائے گا یا اس پر اس کی موجودگی میں اور اس کی ہدایت پر کوئی دوسرا شخص دستخط کرے گا۔ اس میں مزید کہا گیا ہے کہ وصیت کی تصدیق دو یا زائد گواہوں کے ذریعے کی جائے گی، جن میں سے ہر ایک نے وصیت کرنے والے کو وصیت پر دستخط کرتے یا اپنا نشان لگاتے دیکھا ہے یا کسی دوسرے شخص کو وصیت کرنے والے کی موجودگی میں اور ہدایت سے وصیت پر دستخط کرتے دیکھا ہے اور ہر گواہ وصیت کرنے والے کی موجودگی میں وصیت پر دستخط کرے گا۔ ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 68 وصیت کے ثبوت میں تصدیق کرنے والے گواہ کی جانچ کا حکم دیتی ہے، چاہے وہ رجسٹرڈ ہو یا نہ ہو۔ ثبوت کے طریقے اور ذمہ داری سے متعلق قانون اور وصیت پر مبنی مقدمے سے نمٹنے کے دوران عدالت پر عائد فرض سے متعلق قانون کا اس عدالت کے کئی فیصلوں میں کافی تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے یعنی ایچ وینکٹلا آئینگر بنام بی این تھاما جی اور دیگران اے آئی آر (1959) ایس سی 443، رانی پور نیما دیبی اور دوسرا بنام کمار کھگیندر نارائن دیب اور دوسرا اے آئی آر (1962) ایس سی 567 اور ششی کمار بنرجی اور دیگران بنام سیوودھ کمار بنرجی اور دیگران اے آئی آر (1964) ایس سی 529۔ ششی کمار بنرجی (اوپر) میں آئینی بیج کے فیصلے میں اس عدالت کے ذریعے کیے گئے مشاہدات کے متعلقہ حصے کو دوبارہ پیش کرنا مفید ہوگا جو کہ درج ذیل ہیں:

"وصیت کو ثابت کرنے کا طریقہ کسی دوسرے دستاویز کو ثابت کرنے سے عام طور پر مختلف نہیں ہے سوائے اس کے کہ جانشینی ایکٹ کے دفعہ 63 کے ذریعہ وصیت کی صورت میں تجویز کردہ تصدیق کی خصوصی ضرورت ہے۔ وصیت کو ثابت کرنے کی ذمہ داری پروپاؤنڈر پر ہوتی ہے اور وصیت پر عمل درآمد کے ارد گرد مشکوک حالات کی عدم موجودگی میں، عہد نامہ کی صلاحیت کا ثبوت اور قانون کے مطابق وصیت کرنے والے کے دستخط ذمہ داری کو نبھانے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔ تاہم جہاں مشکوک حالات ہوتے ہیں، عدالت کی مرضی کو حقیقی تسلیم کرنے سے پہلے عدالت کے اطمینان کے لیے ان کی وضاحت کرنے کی ذمہ داری پروپاؤنڈر پر ہوتی ہے۔ جہاں انتباہی ناجائز دباو و رسوخ، دھوکہ دہی اور جبر کا الزام لگاتا ہے، اسے ثابت کرنے کی ذمہ داری اس پر ہے۔ یہاں تک کہ جہاں ایسی درخواستیں نہیں ہیں لیکن حالات مشکوک و شبہات کو جنم دیتے ہیں، یہ عدالت کے ضمیر کو مطمئن کرنے کا ذمہ دار ہے۔ مشکوک حالات صبح کے دستخط کی صداقت، صبح کے ذہن کی حالت، متعلقہ حالات کی روشنی میں وصیت میں

کیے گئے مزاج غیر فطری، ناممکن یا غیر منصفانہ ہونے کے بارے میں ہو سکتے ہیں یا وصیت میں دیگر اشارے ہو سکتے ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وصی کا دماغ آزاد نہیں تھا۔ ایسی صورت میں عدالت فطری طور پر توقع کرے گی کہ دستاویز کو وصیت کنندہ کی آخری مرضی کے طور پر قبول کرنے سے پہلے تمام جائز شکوک و شبہات کو مکمل طور پر ختم کر دیا جائے۔ اگر پروپاؤنڈر خود اس وصیت پر عمل درآمد میں حصہ لیتا ہے جس سے اسے کافی فائدہ ہوتا ہے تو یہ بھی ایک ایسی صورت حال ہے جس پر غور کیا جانا چاہیے، اور پروپاؤنڈر کو واضح اور تسلی بخش شواہد کے ذریعے شکوک و شبہات کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر پروپاؤنڈر مشکوک حالات کو دور کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو عدالت پروبیٹ دے گی، چاہے وصیت غیر فطری طور پر ہو اور مکمل طور پر یا جزوی طور پر قریبی تعلقات منقطع ہو سکتے ہیں۔

6۔ اب متعلقہ حقائق کی جانچ کی جاسکتی ہے۔ یہ تنازعہ میں نہیں ہے کہ محترمہ یمنابائی کا کوئی بیٹا نہیں تھا لیکن ان کی 7 بیٹیاں تھیں۔ مدعی۔ اپیل کنندہ محترمہ رامابائی اپنے والد کی زندگی کے دوران بہت کم عمر میں بیوہ ہو گئیں۔ تب سے وہ اپنے والدین کے ساتھ رہ رہی تھی نہ کہ اپنے شوہر یا سرالیوں کی جگہ۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ 20 سال سے زائد عرصے سے اپنی ماں کی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ محترمہ یمنابائی کی دوسری بیٹیاں اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ اپنی اپنی جگہوں پر رہ رہی ہیں۔ محترمہ یمنابائی وصیت کے اندراج کے مقاصد کے لیے 5.4.1976 پر سب رجسٹرار، پالگھر کے دفتر گئی تھیں اور اس کے 3 سال 9 ماہ بعد 11.1.1980 پر ان کا انتقال ہو گیا۔ اس وصیت کی تصدیق دو افراد، یعنی پی ڈبلیو 2 رگوناتھ گووند سوگلے اور شیخ نے کی تھی، جن میں سے سابقہ سے عدالت میں گواہ کے طور پر تفتیش کی گئی تھی۔ ان حقائق کے حوالے سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ والدین کے لیے بڑے بیٹے کی موت یا چھوٹی بیٹی کے بیوہ ہونے سے زائد حیران کن کچھ نہیں ہے۔ والدین کے لیے یہ فطری بات ہے کہ وہ اپنی بیوہ بیٹی کے لیے سب سے زیادہ ہمدردی رکھتے ہیں۔ مدعا علیہم نے یہ ظاہر کرنے کے لیے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا کہ محترمہ رامابائی اپنے مرحوم شوہر کے کنبہ سے اپنے معاش کے لیے کچھ حاصل کر رہی تھیں۔ اس طرح وہ مکمل طور پر اپنے والدین پر منحصر تھی۔ محترمہ رامابائی کے مطابق، ان کے والد مادھو کا انتقال 6.6.1956 پر ہوا حالانکہ مدعا علیہم کے مطابق وہ 1957 میں کسی وقت انتقال کر گئے تھے۔ کم از کم 1957 سے اپنی موت تک، ماں محترمہ۔ یمنابائی کی دیکھ بھال مدعی محترمہ رامابائی کر رہی تھیں۔ مدعا علیہم، جو محترمہ یمنابائی کی دوسری بیٹی ہیں، اپنے شوہر کے ساتھ مختلف مقامات پر رہ رہے ہیں۔ ایسے حالات میں محترمہ یمنابائی کی طرف سے اپنی بیوہ بیٹی محترمہ رامابائی کے حق میں وصیت پر عمل درآمد، جو 20 سال سے زیادہ عرصے سے ان کے ساتھ رہ رہی تھی اور ان کی دیکھ بھال کر رہی تھی، انتہائی فطری اور ممکنہ معلوم ہوتا ہے۔

7۔ اس وصیت کو مسترد کرنے کی بنیادی وجہ، جس نے عدالت عالیہ میں بھی اپیل کی ہے، وہ یہ ہے کہ فاضل ڈسٹرکٹ جج کے ساتھ۔ یمنا بائی نے اپنی دوسری بیٹی کی وراثت کو مکمل طور پر ختم کر دیا اور پوری جائیداد محترمہ رامابائی کو دے دی۔ ہماری رائے میں، یہ حقیقت کہ محترمہ یانومابائی نے دوسری تمام بیٹیوں کو خارج کر دیا اور پوری جائیداد مدعی محترمہ رامابائی کو دے دی، اس معاملے کے حقائق اور حالات میں وصیت کی صداقت کے بارے میں کوئی شک کرنے کی بنیاد نہیں ہو سکتی۔ یہ کسی ایسے بیٹے کو خارج کرنے کا معاملہ نہیں ہے جو والدین کے ساتھ رہ رہا ہو یا ان کی دیکھ بھال کر رہا ہو۔ یہ ایک ایسی بیوہ بیٹی کے لیے انتظام کرنے کا تو ضیع ہے جو بہت کم عمر میں اپنے شوہر کی موت کی وجہ سے بے سہارا رہ گئی تھی۔ اگر والدین کی جائیداد کو تمام سات بہنوں میں مساوی طور پر تقسیم کیا جاتا تھا، تو حصہ محترمہ کو وراثت میں ملا۔ رامابائی کافی چھوٹی ہوتی جس کی وجہ سے اس کے لیے زندہ رہنا مشکل ہو جاتا۔ مکان کسی گاؤں میں واقع ہے اور کسی بڑے قصبے یا شہر میں نہیں ہے جہاں اس کی کوئی قابل قدر قیمت ہو۔ درحقیقت، جس پس منظر میں وصیت پر عمل درآمد کیا گیا تھا، اگر اس کا احتیاط سے جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہو جائے گا کہ یہ ماں کا سب سے فطری طرز عمل تھا اور تمام بیٹیوں کو مساوی حصص دینا مدعی محترمہ رامابائی کے لیے سنگین مشکلات کا باعث بنتا۔

8۔ وصیت جانشینی کے طریقے کو تبدیل کرنے کے لیے عمل میں لائی جاتی ہے اور چیزوں کی نوعیت کے مطابق اس کے نتیجے میں قدرتی وارث کے حصے کو کم یا محروم کرنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی جائیداد اپنے فطری وارثوں کو منتقل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، تو وصیت پر عمل درآمد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایک پروپاؤنڈر اگر وصیت کو تمام مشکوک حالات کو دور کرنا ہے۔ شکوک و شبہات کا مطلب ہے شک، قیاس آرائی یا عدم اعتماد۔ لیکن یہ حقیقت کہ قدرتی وارثوں کو یا تو خارج کر دیا گیا ہے یا انہیں کم حصہ دیا گیا ہے، بغیر کسی زائد چیز کے، مشکوک حالات نہیں مانا جاسکتا، خاص طور پر ایسے معاملے میں جہاں درخواست اولاد کے حق میں کی گئی ہو۔

پی پی کے گوپالان نمبیار بنام پی پی کے بال کرشنن منبیار اور دیگران (1995) اے آئی آر ایس سی 1852 میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ تمام مشتبہ خصوصیات کو ہٹانا ول کے پروپاؤنڈر کا فرض ہے، لیکن اس میں حقیقی، جرمن اور درست مشکوک خصوصیات ہونی چاہئیں نہ کہ شک کرنے والے دماغ کی خیالی۔ اس معاملے میں، یہ حقیقت کہ دو بیٹیوں کو محروم کرنے والی وصیت کے تحت بیٹے کو پوری جائیداد دی گئی تھی، کو مشکوک حالات نہیں سمجھا گیا اور اس کے برعکس ضلعی عدالت اور عدالت عالیہ کے ذریعے درج کیے گئے نتائج کو الٹ دیا گیا۔ پیشپاوتی اور دیگران بنام چندرجا کڈانبا اور دیگران (1972) اے آئی آر ایس سی 2492 میں، یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ اگر پروپاؤنڈر مشکوک حالات کو دور کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، تو عدالت کو وصیت کو نافذ کرنا پڑے گا، چاہے وصیت اس معنی میں غیر

فطری ہو کہ اس نے مکمل طور پر یا جزوی طور پر قریبی تعلقات منقطع کر دیے ہیں۔ رابندر ناتھ مکھرجی اور دیگر بنام پنچانن بنرجی (مردہ) بذریعہ قانونی نمائندے اور دیگران [1950] 4 ایل سی سی 459 میں، یہ مشاہدہ کیا گیا کہ قدرتی وارثوں سے محروم ہونے کی صورت حال سے کوئی شک پیدا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وصیت پر عمل درآمد کے پیچھے پورا خیال جانشینی کی معمول کی لکیر میں مداخلت کرنا ہے اور اس لیے وصیت کے ہر معاملے میں قدرتی وارثوں کو خارج کر دیا جائے گا۔ یقیناً، یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ معاملات میں وہ مکمل طور پر ممنوع ہیں اور کچھ معاملات میں جزوی طور پر۔ مذکورہ بالا بنیاد پر وصیت کی صداقت پر شک کرنے کے لیے ضلعی عدالت اور عدالت عالیہ کی طرف سے درج کردہ ہم آہنگی کے نتیجے کو الٹ دیا گیا۔

9۔ فاضل ضلع جج نے مشاہدہ کیا ہے کہ محترمہ یمنابائی بہت بوڑھی تھیں جب انہوں نے وصیت پر عمل درآمد کیا اور وہ سننے میں مشکل تھیں اور چلنے سے قاصر تھیں۔ انہوں نے مزید مشاہدہ کیا کہ چھایا دیگھے جس نے وصیت ٹائپ کی تھی اور ایک شری تیواری، ایڈوکیٹ، جو وصیت کی تیاری اور عمل درآمد کے وقت موجود تھے، کی جانچ نہیں کی گئی اور ان حقائق نے مل کر وصیت کی صداقت کے بارے میں شک پیدا کیا۔ جیسا کہ پہلے بحث کی گئی ہے، بھارتیہ جانشینی ایکٹ کے دفعہ 63 کے پیش نظر، ثبوت ایکٹ کے دفعہ 68 کی فقرہ، قانون کی ضرورت کو مکمل طور پر پورا کیا جائے گا اگر وصیت کو ثابت کرنے کے لیے تصدیق کرنے والے گواہوں میں سے صرف ایک کی جانچ کی جائے۔ اس بات متذکرہ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ موجودہ معاملے میں پی ڈبلیو 2 رگھوناتھ گووند سوگل کی جانچ کر کے کیا گیا تھا۔ اس گواہ کی گواہی میں کسی قسم کی کمزوری نہیں پائی گئی تھی۔ چھایا دیگھے نے محض وصیت ٹائپ کی اور وہ تصدیق کرنے والی گواہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی کا معاملہ ہے کہ محترمہ یمنابائی نے اپنی موجودگی میں وصیت پر اپنے انگوٹھے کا نشان لگایا تھا، اس لیے گواہ کے طور پر ان کا معائنہ مکمل طور پر بے کار تھا۔ وصیت کی تیاری یا اندراج کے وقت موجود وکیل کی محض عدم جانچ، بذات خود، اسے مسترد کرنے کی بنیاد نہیں ہو سکتی۔ یہ حقیقت کہ محترمہ یمنابائی کو سننے میں دشواری تھی یا وہ چلنے سے قاصر تھیں، اس نتیجے پر نہیں پہنچتی کہ ان کی ذہنی صلاحیتیں خراب ہو گئی تھیں یا وہ اس دستاویز کے مندرجات کو نہیں سمجھتیں جس پر وہ عمل کر رہی تھیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ محترمہ یمنابائی ذاتی طور پر سب رجسٹرار کے دفتر آئیں اور ان کی موت کافی عرصے کے بعد یعنی وصیت پر عمل درآمد کے 3 سال اور 9 ماہ بعد ہوئی۔ جواب دہندگان کی طرف سے ایسا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا گیا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وصیت پر عمل درآمد کے وقت وہ کسی ایسی بیماری میں مبتلا تھی جس نے اس کی ذہنی صلاحیتوں کو اس حد تک خراب کر دیا تھا کہ وہ اس دستاویز کی اصل نوعیت کو سمجھنے سے قاصر تھی جس پر وہ عمل کر رہی تھی۔ لہذا، ہماری واضح رائے ہے کہ فاضل ضلعی جج کی طرف سے درج کردہ نتیجہ، جس کی دوسری اپیل میں عدالت عالیہ نے توثیق کی ہے، وصیت کے ثبوت اور قبولیت کو کنٹرول

کرنے والے قانونی اصولوں کے درست اطلاق پر مبنی نہیں ہے اور یہ مکمل طور پر مسخ شدہ ہے۔ مذکورہ بالا نتائج کو اسی کے مطابق الگ کر دیا گیا ہے۔ ٹرائل کورٹ کی طرف سے درج کردہ نتیجہ کہ وصیت حقیقی ہے، اس طرح بحال کیا جاتا ہے۔

10۔ اگلا سوال جس پر غور کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ آیا مدعی اپیل کنندہ مادھو کی پوری جائیداد کا مالک بن جائے گا یا نہیں۔ معروف دیوانی جج (جونیر دیوان) نے فیصلہ دیا ہے کہ چونکہ مادھو کی موت 6.6.1956 پر ہوئی تھی، اس لیے ہندو جانشینی ایکٹ کے نافذ ہونے کے بعد محترمہ یمنابائی پوری جائیداد کی مالک بن گئیں۔ عالم ضلع جج نے اس نتیجے کو الٹ دیا ہے اور فیصلہ دیا ہے کہ مادھو کی موت سال 1957 میں کسی وقت ہوئی تھی یعنی اس کے بعد جب ہندو جانشینی ایکٹ نافذ ہوا تھا اور اس کے نتیجے میں محترمہ مادھو کی موت ہوئی تھی۔ یمنابائی اور ان کی تمام بیٹیوں کو جائیداد میں مساوی حصہ ملے گا۔ عدالت عالیہ نے اس سوال پر بالکل بھی غور نہیں کیا اور وصیت کے کردار کے حوالے سے فاضل ڈسٹرکٹ جج کے نتائج سے اتفاق رائے ظاہر کرنے کے بعد دوسری اپیل کو مسترد کر دیا۔ ہم نے اس نکتے پر ٹرائل کورٹ اور فرسٹ ایپیلیٹ کورٹ کے فیصلے پر بھی غور سے غور کیا ہے اور ہماری رائے ہے کہ معروف ڈسٹرکٹ جج کی طرف سے درج کردہ نتیجہ کہ مادھو کی موت ہندو جانشینی ایکٹ کے نفاذ کے کچھ عرصے بعد ہوئی، شواہد کی درست اور مناسب تشخیص پر مبنی ہے اور اس میں کوئی رعایت نہیں لی جاسکتی۔ معاملے کے اس نقطہ نظر میں، محترمہ یمنابائی کے پاس مادھو کی چھوٹی ہوئی جائیداد میں صرف 1/8 واں حصہ ہوگا جو صرف اس کے حق میں عمل میں لائی گئی وصیت کی بنیاد پر مدعی کے پاس جائے گا۔

11۔ نتیجے میں، اپیل کی اجازت دی جاتی ہے اور ڈسٹرکٹ جج اور عدالت عالیہ کے ذریعے بھی منظور کردہ فیصلے اور ڈگری کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ فاضل دیوانی جج (جونیر دیوان) کے ذریعے منظور کیے گئے ڈگری میں ترمیم کی جاتی ہے اور یہ مدعی۔ اپیل کنندہ کے سامنے استقرار کیا جاتا ہے، اس کے اپنے حصے کے علاوہ، اس کے حق میں عمل میں لائی گئی وصیت کی بنیاد پر اس کی ماں محترمہ یمنابائی کے 1/8 ویں حصے کا بھی حقدار ہوگا۔ کوئی اخراجات نہیں۔

ایس۔ کے۔ ایس

اپیل کی منظوری دی جاتی ہے۔